حماس کی پالیسی دستاویز اور امکانات

منصور جعفر

اسلامی تحریک مزاحمت [حماس] نے مسلسل سوچ بچار کے بعد اپنا ترمیم شدہ پروگرام اور پالیسی، ایک دستاویز کی صورت میں جاری کی ہے۔ ۴۲ نکات پر مشتمل اس پروگرام اور لائحۂ عمل کو تنظیم کے ۳۰ برس قبل جاری کیے جانے والے منشور کا نظرِثانی شدہ متبادل قرار دیا جا رہا ہے۔

اہمیت

'حماس' کی حالیہ دستاویز کئی حوالوں سے اہم ہے۔ پہلے نکتے میں واضح کیا گیا ہے:

اسلامی تحریک مزاحمت (حماس) فلسطین کی قومی، اسلامی اور مزاحمتی تحریکِ آزادی ہے۔ اس کا مقصد فلسطین کو آزاد کرانا اور صہیونی منصوبے کا مقابلہ کرنا ہے۔ اس کی پہچان اسلام ہے۔ اسی سے اس کے طریق کار، مقاصد اور ذرائع اخذ کیے جاتے ہیں۔

یہ تنظیم اپنی تاسیس کے تین عشروں کے بعد بھی اس بات پر ثابت قدم ہے کہ جن اصولوں پر اس کی بنیاد رکھی گئی تھی، الحمدللہ آج تک ان پر کاربند ہے۔ اس کے طریق کار، فکری بنیاد اور اصولوں میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ وہ آج بھی فلسطین کو فلسطینیوں کا اصل اور حقیقی وطن سمجھتی ہے۔ دریاے اُردن سے لے کر بحر متوسط (Mediterranean) تک کا علاقہ عرب علاقہ ہے اور اسلامی فلسطین کی سرزمین ہے۔ دستاویز میں پیشہ وارانہ انداز میں مسلّمہ سیاسی بیانیہ واضح کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ فلسطینیوں کی آزادی، وطن واپسی اور مزاحمت جیسے تمام بنیادی اصول آج بھی حماس کے لیے مشعل راہ ہیں۔ تنظیم نے ۳۰ سالہ سفر کے دوران پیش آنے والے تمام دباؤ، مصائب اور آلام کے باوجود اپنے اصل پیغام کو تحریف سے بچائے رکھا ہے۔

دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ حالیہ دستاویز کے ذریعے حماس نے خود کو ایک زیرک تنظیم کے طور پر منوایا ہے۔ اس نے ۳۰ برسوں کے دوران پیش آنے والے متعدد کٹھن مراحل کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہے۔ تنظیم نے مسلّمہ اصولوں پر کسی قسم کی سودے بازی کیے بغیر اپنی جدت پسند سوچ اور فکر کو واضح کیا ہے۔

اس دستاویز کے ذریعے تیسرا پہلو یہ سامنے آیا ہے کہ 'حماس' بدلتی ہوئی سیاسی و جغرافیائی تبدیلیوں اور صورتِ حال کو سمجھنے اور راستہ نکالنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ حصولِ منزل کے لیے لچک پیدا کرنے اور صہیونی دشمن کے ساتھ اپنی جنگ کو پیشہ وارانہ انداز میں منظم کرنے کی بھی اہلیت رکھتی ہے۔

فلسطینی سرزمین کی تعریف

دستاویز کے مطابق: ''فلسطین کی سرزمین مشرق میں دریاے اُردن سے مغرب میں بحرمتوسط اور شمال میں راس الناقورہ سے جنوب میں ام الرشراش تک ہے۔ یہ ایک باہم مربوط علاقائی یونٹ ہے۔ یہ فلسطینی عوام کی سرزمین اور ان کا وطن ہے''۔ بعض حلقے اس کی تشریح کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کر رہے ہیں کہ فلسطینی علاقے کی اس تشریح کا مقصد ہے کہ حماس کا مقصد اسرائیل کو صفحۂ ہستی سے مٹانا ہے، جب کہ دستاویز کے ۲۰ ویں نکتہ میں بیان کردہ موقف مختلف صورت پیش کرتا ہے۔ ریکارڈ کی درستی اور قارئین کے استفادے کے لیے دستاویز کا ۲۰ واں نکتہ یہاں نقل کیا جارہا ہے:

> حماس اس بات میں یقین رکھتی ہے کہ فلسطینی سرزمین کے کسی حصے پر: کسی بھی سبب، حالات اور دباؤ کی بنا پر کوئی سمجھوتا کیا جائے گا اور نہ اس کو قبول کیا جائے گا۔ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ قبضہ کتنی زیادہ دیر تک برقرار رہتا ہے۔ حماس [دریاے اُردن سے بحرمتوسط تک] فلسطین کی مکمل آزادی کے سوا کسی بھی متبادل حل کو مسترد کرتی ہے۔ تاہم، صہیونی ریاست کے استرداد اور فلسطینیوں کے کسی حق سے دست بردار ہوئے بغیر، ۴ جون ۱۹۶۷ء کی حدود کے اندر حماس ایک مکمل خودمختار اور آزاد فلسطینی ریاست کے قیام پر غور کرے گی۔ القدس اس کا دارالحکومت ہوگا۔ وہ مہاجرین اور اپنے گھروں سے

بے دخل کیے گئے فلسطینیوں کی قومی اتفاق رائے کے فارمولے کے مطابق واپسی کی حمایت کرتی ہے۔

اس دستاویز سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ماضی میں 'تنظیم آزادی فلسطین' (PLO) یا دیگر فلسطینی جماعتوں نے فلسطین کے کسی حصے میں آزاد ریاست کے قیام کے حوالے سے جو باتیں کیں، وہ کسی باقاعدہ ہوم ورک کے بغیر تھیں۔ اسی لیے آج تک اسرائیل نے مذاکرات کا ڈول ڈالنے والے فلسطینی فریق کو کبھی سنجیدہ نہیں لیا اور یک طرفہ طور پر من مانے فیصلے کر رہا ہے۔'حماس' کی دستاویز میں بیان کردہ شق ۲۰ کے دوسرے حصے میں جو موقف اختیار کیا گیا ہے وہ اس طرح ہے کہ: ''صہیونی ریاست کے استرداد اور فلسطینیوں کے کسی حق سے دست بردار ہوئے بغیر، ۴ جون ۱۹۶۷ء کی حدود کے اندر حماس ایک مکمل خود مختار اور آزاد فلسطینی ریاست کے قیام پر غور کرے گی۔ القدس اس کا دارالحکومت ہوگا۔ وہ مہاجرین اور اپنے گھروں سے بے دخل کیے گئے فلسطینیوں کی قومی اتفاق رائے کے فارمولے کے مطابق واپسی کی حمایت کرتی ہے''۔

اسرائیل کو تسلیم کرنے کی حقیقت

شہ سرخیاں پڑھ کر تبصرہ کرنے والوں نے اس شق کی حقیقی روح کو سمجھے بغیر اسے ''حماس کی جانب سے اسرائیلی ریاست کو تسلیم کرنے'' کا بالواسطہ اعلان قرار دے دیا ہے۔ حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ حماس کی دستاویز کی شق ۲۰ میں دو اُمور بیان کیے گئے ہیں:

پہلے حصے میں حماس نے فلسطین کو فلسطینیوں کا وطن قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہی اس کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے مجاز ہیں۔ اس کے کسی بھی حصے سے کسی صورت میں دست بردار نہیں ہوا جاسکتا۔ ۳۰ برس قبل حماس کی تاسیس سے لے کر آج تک تمام بین الاقوامی، عرب اور فلسطینی فورمز پر دو ریاستی منصوبے کو قضیے کے مجوزہ حل کے طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے۔

حماس اور اس کی قیادت نے دو ریاستی حل کے علَم برداروں سے ہمیشہ ایک ہی سوال کیا کہ: ''آپ اپنی تجویز کو عملی جامہ کیسے پہنائیں گے؟'' اب حماس نے اس ضمن میں پائے جانے والے ابہام کو اپنی دستاویز میں یہ جواب دے کر دُور کرنے کی کوشش کی ہے کہ کسی بھی ایسی تجویز پر عمل صرف اسی صورت ممکن ہے کہ جب مسلّمہ اصولوں سے دست برداری سے باز رہا جائے۔

حماس نے دو ریاستی حل کے تجویز کنندگان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ: اگر آپ کے پاس کوئی قابلِ عمل مثبت منصوبہ ہے کہ جس کے ذریعے فلسطین کے کسی حصے کی آزادی ممکن نظر آتی ہو، تو ہم آزادی کے اس عمل میں آپ کے ساتھ ہوں گے۔ اگر فلسطین کا حصہ اسرائیل کو بغیر کسی بھاری سیاسی قیمت ادا کیے آزاد کرا لیا جائے تو اس کے لیے حماس کا تعاون حاضر ہے۔ فلسطین کے کسی حصے کی اسرائیلی تسلط سے آزادی پر حماس مثبت تعاون کرے گی۔

'حماس' نے اپنی دستاویز کے ۲۰ویں نکتے میں واضح کیا ہے کہ ایسا صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب ہم سے اس آزادی کے عوض کوئی ایسا سیاسی خراج نہ مانگا جائے، جو فلسطین کی قومی وحدت کی نفی پر منتج ہوتا ہو۔ کوئی بھی ذی عقل نہیں چاہے گا کہ فلسطین کے کسی حصے کو آزاد کرائے اور پھر وہاں اپنی حکومت قائم نہ کرے۔ فلسطین میں 'دو ریاستی حل' کی مخالفت کے الزام کا جواب دیتے ہوئے حماس کا کہنا ہے: ''اگر فلسطین کے کسی حصے پر آزاد ریاست، جارح اسرائیل کو سیاسی قیمت ادا کیے بغیر قائم ہوتی ہے تو ہم اس کا خیر مقدم کریں گے''۔

اس مقصد کے لیے 'حماس' نے فلسطین میں قومی وحدت کی فضا قائم کرنے کے لیے مشترکات پر مبنی فارمولا پیش کیا، جس میں تمام گروپوں کو 'تنظیم آزادی فلسطین' میں شرکت کا موقع دینا سرفہرست ہے، تاکہ داخلی سیاسی انتشار کی کیفیت سے اسرائیل فائدہ نہ اٹھا سکے۔ حماس نے واضح کر دیا ہے کہ ہم جن مشترکات کی بنا پر ۱۹۶۷ء کی سرحدوں میں آزاد فلسطینی ریاست کی حمایت کرتے ہیں، وہ غیر مشروط ہے۔ قومی امور میں شراکت کے لیے ہمارا یہ معیار ہے کہ ہم آزادی کے عوض اسرائیل سے سیاسی سودے بازی نہیں کر سکتے۔

سیاسی حلقوں میں یہ بحث جاری ہے کہ: ''اگر فلسطینی قیادت عرب امن فارمولے پر عمل کرنے کی خواہش ظاہر کرے تو حماس اس کا جواب کیسے دے گی، کیوں کہ یقیناً یہ زمین کے بدلے امن کے اصول پر آگے بڑھے گا''۔ حماس دستاویز کے ۲۲ویں نکتے میں بیان کرتی ہے کہ:

> 'حماس' ان تمام سمجھوتوں، اقدامات اور معاملہ کاری کے منصوبوں کو بھی مسترد کرتی ہے، جن کا مقصد فلسطینی نصب العین اور ہمارے فلسطینی عوام کے حقوق کو نقصان پہنچانا ہے۔ اس ضمن میں کوئی بھی موقف، اقدام یا سیاسی پروگرام ان حقوق کی خلاف ورزی پر مبنی

نہیں ہونا چاہیے۔ نیز وہ ان حقوق سے متصادم یا منافی بھی نہیں ہونا چاہیے۔

اس نکتے میں حماس نے انتہائی اہم اصول وضع کر دیا ہے۔ اس اصول کا اطلاق صرف عرب امن منصوبے پر نہیں ہوتا بلکہ تنظیم نے فلسطینی عرب عوام کے حقوق کو بنیاد بنا کر یہ اصول تشکیل دیا ہے۔ نیز تنظیم کی یہ سوچ فلسطین کے حوالے سے عرب اور ملت اسلامیہ کے موقف کی بھی ترجمانی کرتی ہے۔ 'مصالحت' (compromise) کے نام پر اگر فلسطینیوں کے حقوق پر ڈاکا ڈالنے کی کوشش کی گئی، تو حماس اسے یکسر مسترد کر دے گی، چاہے وہ منصوبہ عربوں، امریکا، اسرائیل، روس اور چین کسی نے بھی پیش کیا ہو۔ حماس نے اپنی دستاویز میں کسی امن منصوبے کا نام نہیں لیا ہے بلکہ اس ضمن میں عمومی اصول اور پالیسی وضع کی ہے۔ اس لیے کوئی بھی فلسطینی، عرب یا مسلمان ان اصولوں کی روشنی میں حماس کے نقطۂ نظر کو بخوبی جان سکتا ہے۔ عرب امن منصوبے میں اسرائیل کو تسلیم کرنے اور صہیونی ریاست سے تعلقات معمول پر لانے کی بات کی گئی ہے۔ یاد رہے، حماس اور اس کی قیادت اس بات کو ماضی میں کئی بار مسترد کر چکی ہے۔

دوحہ، قطر سے جاری ہونے والی حماس کی اہم پالیسی دستاویز کے حوالے سے ایک اعتراض یہ بھی کیا جا رہا ہے کہ: ''تنظیم نے ۱۹۸۸ء میں جاری کردہ اپنے بنیادی منشور میں اسرائیل کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی بات اور یہودیوں کے خلاف جنگ کا پرچار کیا تھا۔ کیا دوحہ میں جاری کی جانے والی اصولوں اور پالیسی کی دستاویز، بین الاقوامی اور علاقائی طاقتوں کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہو سکے گی کہ تنظیم سے دہشت گردی کا نشان (tag) اُتار دیں، کیوں کہ حالیہ دستاویز میں حماس نے واضح کیا ہے کہ: ''اسرائیلیوں سے مخاصمت کی بنیاد ان کا مذہب نہیں بلکہ ان کی لڑائی دراصل ارض فلسطین پر قابض ان صہیونیوں کے خلاف ہے کہ جنھوں نے فلسطینیوں کو اپنے حقیقی وطن سے بے خانماں کیا ہے''۔

حماس کی حالیہ دستاویز میں جگہ جگہ اس بات کا اعلان اور اظہار ملتا ہے کہ وہ فلسطین سے صہیونی منصوبے کا خاتمہ چاہتی ہے اور پورے مقبوضہ علاقے میں فلسطینی ریاست قائم کرنا چاہتی ہے، جس کی سرحدیں دریاے اردن سے بحر متوسط تک پھیلی ہوں۔ اسرائیل کا وجود دراصل ایک باطل مفروضے پر قائم ہے۔ 'اعلان بالفور' (نومبر ۱۹۱۷ء) ایک باطل معاہدہ ہے۔ فلسطینیوں سے

ان کا حق چھیننے والا ہر معاہدہ باطل ہے اور اس کا خاتمہ حماس کی ذمہ داری ہے۔

حماس کا ہدف یہودی مذہب نہیں

یہودیوں کو ہدف بنانے کے حوالے سے جن شکوک وشبہات کا پرچار کیا جارہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حماس نے ۱۹۸۸ء میں اپنا منشور جاری کیا تو اس میں یہودیوں کا لفظ استعمال کیا گیا تھا، کیوں کہ وہ اس کے ذریعے پورے اسرائیل کا حوالہ دینا چاہتے تھے، جہاں یہودیوں کو آباد کیا جارہا تھا۔

'حماس' یہودیوں کو یہودی مذہب کے پیروکار کے طور پر نشانہ نہیں بنانا چاہتی بلکہ ان کا نشانہ توسیع پسندانہ عزائم کے حامل صہیونی ہیں۔ اگر 'حماس' کے نزدیک تمام یہودیوں کو نشانہ بنانا ہوتا تو پھر اُس کے اہداف دنیا بھر میں پھیلے ہوتے، جب کہ ایسا نہیں کیا گیا ہے۔ انسانی حقوق کے علَم برداروں اور فلسطین دشمنوں نے اس ابہام کو پروپیگنڈے کے ایک آلے کے طور پر استعمال کیا کہ حماس یہودیوں کا قتل چاہتی ہے اور یہودی مذہب کی وجہ سے ان کے خلاف ہے۔ دستاویز میں اس معاملے کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ توسیع پسندانہ صہیونی منصوبے پر عمل درآمد کرنے والے دراصل فلسطینیوں کو ان کے دیس سے نکالنا چاہتے ہیں۔ اس لیے ہمارا مقصد ان صہیونی منصوبے کے پیروکاروں سے فلسطین کو پاک کرنا ہے۔ یہ اقدام ان کے یہودی ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ ہماری زمین پر غاصبانہ اور توسیع پسندانہ قبضے کی وجہ سے ہے۔ اگر کل کلاں کو ہندو، بدھ مت اور عیسائی ہماری زمین پر قبضہ کرتے ہیں تو فلسطینی ان کے خلاف بھی اسی طرح علَمِ مزاحمت بلند کریں گے، جیسا کہ وہ آج صہیونی منصوبے کے پیروکاروں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور اپنی زمین ان سے واگزار کرائیں گے۔ حماس کی سوچی سمجھی رائے ہے کہ علماے کرام کے فرمودات اور اسلامی تعلیمات میں یہودیوں کے حوالے سے الگ احکام موجود ہیں۔ ان پر وہ تمام حکم لاگو ہوتے ہیں جو اسلام نے تمام اہل کتاب کے لیے مقرر کر رکھے ہیں۔

تنظیم آزادی فلسطین کے موقف سے ہم آہنگی کا الزام

حالیہ دستاویز پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جا رہا ہے کہ: ''ایسا دکھائی دیتا ہے کہ حماس کا دستاویز میں بیان کردہ نقطۂ نظر 'تنظیم آزادی فلسطین' کے موقف سے ہم آہنگ ہے۔ اگر ایسا ہے تو

حماس کو'الفتح' تنظیم سے معافی مانگنی چاہیے کہ اس نے فلسطینی قوم کے کئی سال ضائع کر دیے اور غزہ کو تین ہولناک اسرائیلی جنگوں میں دھکیلا''۔

'حماس' اپنی تاسیس کے دن سے ہی 'تنظیم آزادی فلسطین' کے ساتھ تعاون کے لیے آمادہ اور تیار رہی ہے۔ اسلامی تحریک مزاحمت حماس، پی ایل او کو خاندانی کلب بنانے کے بجاے اسے فلسطینیوں کی حقیقی نمایندہ تنظیم بنانے کے لیے اصلاحات کا مطالبہ کرتی چلی آئی ہے۔ دستاویز میں اسی روح کی از سرِ نو تجدید کی گئی ہے، جس پر حماس کے بعض ناقدین یہ کہہ کر اعتراض کر رہے ہیں کہ تنظیم نے اپنی حالیہ دستاویز میں پی ایل او کے سیاسی فریم ورک کو تسلیم کر لیا ہے۔ یہاں اس امر کی جانب اشارہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دستاویز میں پی ایل او کے ڈھانچے میں تبدیلی کا جو مطالبہ شدومد سے کیا گیا ہے، اس کا مقصد پی ایل او کو حقیقی معنوں میں فعال ادارہ بنانا ہے تاکہ تمام فلسطینی دھڑے اس میں اپنا اپنا کردار ادا کرنے کے قابل ہوسکیں۔ پی ایل او کی روحِ رواں 'الفتح' تنظیم کی قیادت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ قومی شراکت کے اصول اور براہ راست انتخابات کے ذریعے پی ایل او کی صفوں میں وسعت لائی جائے۔ جس سے اس میں فلسطین کے اندر اور باہر، موجود تمام فلسطینیوں کی نمایندگی کو یقینی بنایا جاسکے۔ حماس نے دستاویز میں اپنے اسی مسلّمہ موقف کو مختصر مگر جامع انداز میں بیان کیا ہے۔

'تنظیم آزادی فلسطین' کی سیاسی میراث اور اس کی جانب سے مسلّمہ اصولوں سے دست برداری کے یکے بعد دیگرے اعلانات کو ۱۰ نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے، جن کا اعلان پی ایل او نے اکتوبر ۱۹۷۳ء کی جنگ کے بعد کیا تھا۔ ان نکات میں اسرائیلی دشمن سے واگزار کرائی گئی سرزمین پر فلسطینی ریاست کے قیام کی ضرورت پر زور دیا گیا تھا، تاہم بعد میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قرارداد ۲۴۲ کو تسلیم کرتے ہوئے فلسطینیوں کے حقوق کو ۱۹۶۷ء کے مقبوضہ علاقوں تک محدود کر دیا گیا۔ بات بڑھتے بڑھتے 'میڈرڈ امن مذاکرات' اور پھر 'معاہدہ اوسلو' تک جا پہنچی۔

'اوسلو معاہدہ' [۱۳ ستمبر ۱۹۹۳ء] پر دستخط کے بعد 'تنظیم آزادی فلسطین' کو اپنی سیاسی تنہائی کم کرنے کا موقع ملا کیوں کہ اگست ۱۹۹۰ء میں عراق کے کویت پر حملے کی وجہ سے اس کے مالی سوتے خشک ہو گئے تھے۔ ہزیمت کا نیا باب رقم کرتے ہوئے پی ایل او نے 'اوسلو معاہدے' کے تحت

مقبوضہ فلسطین کے علاقے غرب اُردن اور القدس میں لاکر بسائے گئے آٹھ لاکھ آبادکاروں کی سلامتی کو یقینی بنانے کے لیے 'ڈیٹن فورس' تشکیل دی، جس نے آزاد فلسطینی ریاست کا خواب دل میں بسائے یاسرعرفات کومنوں مٹی تلے ابدی نیند سلا دیا۔

افسوس کا مقام ہے کہ اس وقت تحریک 'الفتح' تنظیم جو 'تنظیم آزادی فلسطین' کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہے، اس نے میڈرڈ کانفرنس کے راستے 'اوسلو معاہدے' کی ذلت پر دستخط کر کے اپنے اصل راستے سے ہٹنے کا ارتکاب کیا۔ یوں فلسطین کے قومی مقصد کو 'بلدیاتی سطح کے اختیار' جیسی دلدل میں اتار لیا اور فلسطین کے اہم مسلّمہ اصولوں سے دست برداری کا اعلان کیا۔ اب وہ فلسطین کے ۷۷ فی صد حصے سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ انجامِ کار اس طرح اس علاقے پر اسرائیل کے وجود کو تسلیم کر چکے ہیں۔

اخوان سے لاتعلقی: حقیقت کیا ہے؟

حماس کی دستاویز کے اعلان سے بہت پہلے اس کے مندرجات کی میڈیا میں لیکس کے ذریعے یہ کہہ کر پیالی میں طوفان اٹھانے کی کوشش کی گئی کہ: ''حماس نے الاخوان المسلمون سے لاتعلقی کا فیصلہ کرلیا ہے اور اس ضمن میں تنظیم جلد ہی اپنے ترمیم شدہ سیاسی منشور میں باقاعدہ اعلان کرنے والی ہے''۔ دستاویز کی ۴۲ شقوں میں کسی ایک میں بھی الاخوان المسلمون کا ذکر نہیں ملتا۔ تحریک کے سیاسی شعبے کے سابق سربراہ خالد مشعل سے پریس کانفرنس میں بھی یہ سوال پوچھا گیا تو انھوں نے اس تاثر کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ: ''ہماری سرگرمیوں کا مرکز و محور فلسطینی سرزمین ہے۔ الاخوان المسلمون سے اگرچہ ہمارا تنظیمی تعلق نہیں، تاہم ان کی فکری سوچ، جہد مسلسل اور قربانیوں سے عبارت تاریخ حماس کے لیے ہمیشہ منارۂ نور کا کام کرتی رہے گی۔ حماس اور اخوان کو باہم لڑا کر مذموم مقاصد حاصل کرنے اور سازشوں کے جال بُننے والے دوست نما دشمن کبھی کامیاب نہیں ہوسکیں گے''۔